# ملا صدرا کے فلسفۂ وجود میں تشکیک الوجود

خضر یاسین

صدر الدین شیرازی معروف بہ ملاّ صدرا کے نزدیک دیگر ارباب وجود کی طرح لفظ وجود کے دو مصداق ہیں ''وجود ذہنی'' اور ''وجود عینی''۔ وجود عینی کو وہ حقیقی، اصلی اور مبدائے اول وغیرہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں ۔تصور تشکیک کا تعلق وجود عینی سے ہے، وجود ذہنی سے نہیں ہے۔تشکیک الوجود سے مراد وجود عینی کے ایسے مدارج ہیں جن میں وجہ امتیاز و تفاوت وجود کا بہ اعتبار قوت وضعف اور نقص وکمال ایک دوسرے سے متفاوت اور متمیز ہونا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ وجود کا ایک درجہ دوسرے درجے سے ممتاز اس لیے ہوا ہے کہ ایک میں وجود کا ظہور دوسرے سے کم ہے یا زیادہ ہے۔ مدارج وجود میں وجود کی بتدریج کمی ناقص سے ناقص تر درجۂ وجود کے نظامِ ظہور کی تشکیل کرتی ہے اور اسی طرح مدارج وجود میں بتدریج بیشی کامل سے کامل تر وجود کے نظام ظہور کو بیان کرتی ہے۔ملا صدرا نے اسی چیز کو ''تشکیک الوجود'' کا نام دیا ہے۔ملا صدرا کی الحكمة المتعالية میں عالم خارجی میں کثرت اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے امتیازات کی وجہ اشیاوحوادث کی ماہیات نہیں ہیں بلکہ وجود کے ظہور میں نقص وکمال کا فرق ہے۔گویا عالم خارجی میں اگر غیر نامی مظہر کو نامی سے اور نامی کو شعوری سے اور پھر شعوری کو خود شعوری مظہر سے ممتاز کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ خود ''وجود'' کا نقص وکمال اور شدت وضعف ہے ۔ ملا صدرا تشکیک کو خالصتاً مابعد الطبیعی مقولے کے طور پر استعمال کرتے ہیں، ان کے خیال میں عالم خارجی میں رونما ہونے والے ایسے امتیازات جو حسی اعتبار سے قابل مشاہدہ ہیں ''تشکیک الوجود'' کا حقیقی موضوع نہیں ہیں، تشکیک الوجود کا حقیقی موضوع مابعد الطبیعی نظام کائنات ہے۔مبدأ اوّل سے لے کر مادی مظاہر تک کئی مدارجِ وجود پائے جاتے ہیں۔ہر درجۂ وجود اپنے سے ماقبل درجۂ وجود سے ''نورِ وجود'' کے حامل ہونے میں ناقص اور ضعیف ہوتا ہے۔صدرا کہتے ہیں جیسے جیسے مراتب نزول بڑھتے چلے جاتے ہیں، مبدا و منبع وجود سے دوری ہوتی جاتی ہے وجود کے نور میں کمی اور عدمی ظلمتوں میں وجودی رنگ آنا شروع ہوجاتا ہے۔لکھتے ہیں:

كلما كان مراتب النزول اكثر و عن منبع الوجود ابعد كان ظهور الاعدام والظلمات بصفة الوجود۔[۱]

جیسے جیسے نزول کے مراتب بڑھتے جاتے ہیں اور منبعِ وجود سے دور ہوتے جاتے ہیں، اعدام اور ظلمتیں وجود کی صفت اختیار کرتے جاتے ہیں۔

مبداے وجود سے دوری کے باعث دو باتیں سامنے آتی ہیں: ایک یہ کہ نورِ وجود میں کمی آ جاتی ہے اور دوسرا یہ کہ اعدام کا ظہور وجودی رنگ میں ہونے لگتا ہے۔

صدرا کے شارحین نے اس مشکل کی طرف توجہ نہیں دی کہ مبدائے وجود سے دوری کیا معنی رکھتی ہے؟ اس لیے کہ صدرا نے وجود کو نور پر قیاس کیا ہے اور نور میں ظلمت کا اثر منبع نور سے دوری ہی ہوتی ہے مگر یہ دوری خالصتاً مکانی دوری یا مکانی بعد ہوتا ہے، منبع نور مکان کے کسی ایک نقطے پر واقع ہوتا ہے اور مکان میں اصلاً ظلمت کا راج ہوتا ہے، منبع نور اس ظلمت کو محو کرتے ہوئے نور کی شعاعوں کو مکان کی ہر سمت پھیلا دیتا ہے، نتیجے کے طور پر نور کے محدود ذرات مکان کی لامحدود وسعت میں ایک دوسرے سے جدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ مکان کی لامحدود پہنائیوں میں محو ہو جاتے ہیں۔ گویا منبع نور سے نور کے ذرات کی فنا کا سامان مکان کی وسعتوں میں رکھا ہوتا ہے۔ تو کیا صدرا کے نزدیک وجود کے نور کے محو ہونے کی وجہ بھی مکان کی لامحدودیت ہے؟ صدرا کہتے ہیں کہ نورِ وجود میں اعدام کی شمولیت سے مدارج وجود میں وجود کی کمی ہوتی ہے، جس کا واضح مطلب ہے کہ نورِ وجود مکان کی پہنائیوں میں محو ہونے کے امکان سے بالاتر نہیں ہے۔ جیسے جیسے مکان کی وسعتیں بڑھتی جاتی ہیں نورِ وجود بھی اپنے مبدا سے دوری کی وجہ سے ضعف اور نقص میں مبتلا ہوتا جاتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ صدرا کے نزدیک منبعِ وجود سے قرب و بعد مکانی نہیں رتبی ہے، تو مذکورہ مشکل حل ہو جاتی ہے لیکن رتبی قرب و بعد کے موقف کو قبول کرنے سے ایک اور شدید تر مشکل پیدا ہو جاتی ہے۔ رتبی قرب و بعد اپنی ماہیت میں خارجی نہیں ہوتا، اعتباری ہوتا ہے۔ فضائل کی ہستی کا انحصار ناظر کے زاویہ نگاہ پر ہوتا ہے۔ قدر و منزلت کا وجود اس مقام سے تخلیق ہوتا ہے جہاں سے تناظر وضع کیا جاتا ہے۔ فضائل و اقدار اشیا و حوادث کی ہستی میں نہیں ہوتے بلکہ یہ اس ذہن کے اضافات ہیں جو انہیں موضوعِ شعور بناتا ہے۔ تو کیا صدرا یہ قبول کرنے کو تیار ہو سکتے ہیں کہ ''وجود'' کے افراد میں تفاوت یا تشکیک کا منبع نفس الامر نہیں بلکہ ناظر کے شعور کا موضوعی اعتبار ہے؟ صدرا ''وجود حقیقی'' یا ''وجود عینی'' میں ہر نوع کی خارجی مداخلت کے امکان کو پوری شدت کے ساتھ رد کرتے ہیں اور تشکیک الوجود ان کے نزدیک وجود حقیقی میں پائی جاتی ہے اس لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم صدرا کے مدراج وجود کو رتبی قرار دے سکیں۔

تشکیک الوجود کے موقف سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جیسے صدرا کے نزدیک اصل عالم ''وجود'' نہیں بلکہ عدم ہے، اس لیے کہ اعدام نے وجود کا احاطہ کر رکھا ہے، جو وسعت اور تسلط عدم کو حاصل ہے وہ وجود کو نہیں ہے۔ وجود دراصل عدمی ظلمتوں میں گھرا ہوا ایک جزیرہ ہے، جیسے ہی نورِ وجود میں انتشار یا منبعِ نور سے بعد کی وجہ سے کمی واقع ہوتی ہے، اعدام کی ظلمتیں اس میں در آتی ہیں۔ اعدام کی ظلمتیں بھی اسی طرح اپنی کمی اور بیشی کو ظاہر کرتی ہیں جیسے خود نورِ وجود اپنی کمی اور بیشی سے مختلف افراد کے ظہور کا باعث بنتا ہے۔ البتہ وجود کا ایک منبع ہے جس سے وہ پھوٹتا ہے اور پھیلتا ہے، اسی کے حوالے سے وجود کے افراد کے قرب و بعد کا تعین ہوتا ہے۔ جب کہ عدمی ظلمتوں کا کوئی منبع نہیں ہے، جہاں سے وہ منتشر ہوں اور ان کے افراد میں کمی اور بیشی سے تشکیک العدم کے نظام کا تعین ہو سکے۔ مگر جس حد تک نورِ وجود میں کمی آتی ہے اسی نسبت سے ظلمت عدم میں بیشی ہوتی ہے اور جس نسبت سے نورِ وجود میں اضافہ ہوتا ہے اسی حساب سے ظلمت عدم میں کمی آجاتی ہے۔

صدرا کی الحکمة المتعالیة کے مطالعے کے دوران میں اس حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جانا چاہیے، کہ ''وجود'' کا حصول اور تحقق ''عدم'' کی نفی سے ممکن ہوتا ہے جس طرح عدم کے کوئی معنی وجود کی مخالف سمت میں قیام کے بغیر ممکن نہیں ہوتے بالکل اسی طرح ''وجود'' کے معنوی تعین کا ادراک ہو یا وجود کے خارج میں متحقق ہونے کا امکان ہو''عدم'' اس کی ہستی کا آخری سہارا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ صدرا کا ''وجود'' ایک منطقی تصور ہے جس کے دو پہلو ہیں ایک ایجاب اور دوسرا سلب، ایجاب کے معنی میں وہ ''وجود'' ہے اور سلب کے معنی میں وہی حقیقت ''عدم'' کہلاتی ہے۔ صدرا کے نظام افکار میں ''عدم'' کو ''وجود'' سے باہر کسی مستقل حیثیت سے دیکھنے اور سمجھنے کی گنجائش نہیں ہے، مگر یہ ممکن ہے کہ ''عدم'' کو نظر انداز کر دیں اور ''وجود'' مستقلاً دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ منطقی تصورات کے قیام میں اس نوع کا تسامح نادانستہ نہیں ہوتا بلکہ مکمل طور پر شعوری ہوتا ہے۔ صدرا ''عدم'' کو دانستہ مطلع شعور سے خارج رکھنا چاہتے ہیں اور ''وجود'' کو دانستہ اپنے نظام افکار میں مرکزی حیثیت دیتے ہیں۔

صدرا ''وجود ذہنی'' اور ''وجود عینی'' کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیتے ہیں لہٰذا ان میں خلط مبحث نہیں ہونا چاہیے۔ ہم ''وجود کے مفہوم'' پر بات کرتے ہیں تو ہمیں پہلے سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہم وجود کی حقیقت یا ''وجود عینی'' سے متعلق بات نہیں کر رہے، اسی طرح جب وجود کی حقیقت یا ''وجود عینی'' موضوع بحث ہوگا تو مفہوم وجود یا ''وجود ذہنی'' کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ صدرا کہتے ہیں کہ حقیقتِ وجود کا مفہوم کوئی نہیں ہے۔ اس کا ایک ہی وجود ہے اور وہ حقیقی وجود ہے، وہ وجود کی حقیقت ہے، اس کا ذہنی وجود ممکن نہیں ہے۔ یہ ''وجود'' کے علاوہ میں تو ممکن ہے کہ ایک وجود خارجی ہو اور ایک وجود ذہنی ہو مگر جہاں تک ''حقیقی وجود'' یا

''وجود عینی'' کا تعلق ہے، تو اس کے دو وجود نہیں ہیں، یعنی خارجی وجود اور ذہنی وجود ''فلیس للوجود وجود ذهنی''[۲] یعنی وجود کا وجود ذہنی نہیں ہوتا۔ ان کا کہنا ہے کہ ''مفہوم وجود'' جو ہمارے ذہن میں پایا جاتا ہے، یہ دراصل معقولات ثانیہ میں سے ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عقل انسانی نے موجودات کے تصورات سے اسے اخذ کیا ہے، ایسے تصورات جن کو معقولات ثانیہ قرار دیا جاتا ہے ان کے مدمقابل یا متوازی خارج میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی جس کی طرف ان کو منسوب کیا جا سکے۔ عقل انسانی اشیاء سے مثلاً شیئیت، ممکن سے ممکنیت اور رنگ سے رنگت اخذ کرتی ہے تو یہ ایسے تصورات ہیں جن کے متوازی خارج میں شیئیت، ممکنیت اور رنگت نام کی کوئی شے موجود نہیں ہے، ایسے عقلی ماخوذات ''معقولات ثانیہ'' اس لیے کہلاتے ہیں کہ ان کا انحصار معقولات اوّلیہ پر ہوتا ہے۔ صدرا کہتے ہیں ''وجود'' کا عقلی مفہوم بھی اس طرح کا ایک تصور ہے جسے عقل نے موجودات سے انتزاع کر لیا ہے۔ وہ اپنے اس دعوے کی اپنے رسالے المشاعر میں خود نفی بھی کر دیتے ہیں، جہاں وہ خبردار کرتے ہیں کہ ''مفہوم وجود'' کو دیگر معقولات ثانیہ کی طرح نہ سمجھا جائے اس لیے کہ وجود کے عقلی مفہوم کے متوازی ایسے حقائق موجود ہیں جن کو وہ ''امور متاصلہ'' کہتے ہیں[۳]۔ یہ عجیب طرح کا تضاد اور اضطراب ہے۔

''مفہومِ وجود'' کو حقیقتِ وجود سے جدا کرنے کا مدعا ایک اور مقام پر بھی اضطراب اور تضاد سے دو چار ہوتا ہے۔ صدرا الاسفار کے ابتدائی مباحث میں ''مفہوم وجود'' کے بارے میں اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہیں، اس میں ''مفہوم وجود'' کی طرف ایسی تین صفات منسوب کرتے ہیں جن کو کسی طور بھی وجود ذہنی کی طرف بیک آن منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ایک صفت یہ ہے کہ ''مفہوم وجود'' مشترک معنوی ہے اور مشترک لفظی نہیں، دوسری یہ کہ وجود کے حقیقی افراد پر اس کا اطلاق بالتشکیک ہوتا ہے اور بالتواطی نہیں ہوتا، تیسری یہ کہ یہ ''مفہوم وجود'' افراد وجود کا مقوم نہیں ہے۔

''مفہومِ وجود'' کی نسبت یہ تینوں دعاوی نہ صرف ایک دوسرے سے متصادم ہیں بلکہ ان دعاوی کا انتساب ''مفہوم'' ایسے مظہر کی طرف کرنا بھی محل نظر ہے۔ سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مشترک معنوی ہونے اور مشترک لفظی ہونے میں کیا فرق ہے؟ اس کے بعد دیگر دو صفات کا جائزہ لیں گے اور آخر میں اس بات کا، کہ ان تینوں صفات کا انتساب ''مفہوم وجود'' کی طرف کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔

''مشترک معنوی'' ایک ایسی حقیقت ہوتی ہے جو مدرک بن کر اشتراک اور افتراق کے امتیاز کا موضوع بن سکے۔ اگر وہ معنی کی سطح تک ہمارے شعور میں رسائی نہ رکھتی ہو تو یہ تصور ہی محال ہوگا کہ اس میں معنوی اشتراک ہے یا نہیں ہے۔ یہ ایک بہت حیران کن بات ہے کہ ہمارے بعض دانشور اس بنیادی ضرورت کو نظر انداز کر کے اشتراک لفظی اور اشتراک معنوی کے مباحث میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کو کھپاتے رہے ہیں۔ ذرا سوچیے کہ ایک تصور ہے جس کا خارج میں کوئی حسی مصداق موجود ہی نہیں ہم اس کے

مصداقات کو ایک دوسرے سے کس بنیاد پر ممتاز اور متمیز کر سکتے ہیں؟ اگر ان میں اشتراک معنوی ہے تو ان کے مابین امتیاز کی کوئی سبیل موجود ہی نہیں ہے، اس لیے کہ اس کا اپنا مدار ہستی فقط معنویت ہے اور کچھ بھی نہیں۔ مثلاً ''وجود'' کو لیں، یہ ایک معنی ہے، جو فقط ذہن ہی میں موجود ہے، خارج میں ہم اس کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ موجود ہے ورنہ وجود کا حسی ادراک ممکن ہی نہیں ہے، خارج میں فقط موجود کی ہستی پائی جاتی ہے، جو بہت سی صفات کے ساتھ موجود ہے۔ جسے ہم وجود کہتے ہیں وہ فقط ایک ذہنی تصور ہے یا یوں کہیے کہ ایک معنی ہے جس کا ادراک عقل کرتی ہے۔ ہم جب واجب الوجود کو ممکن الوجود سے الگ کرتے ہیں تو ان میں وجود کا لفظ مشترک ہے، معنی کی سطح پر ان دونوں میں اختلاف بھی ہے اور تضاد بھی۔ ممکن الوجود اور واجب الوجود میں بھی اگر معنوی اشتراک ہے تو ان میں فرق و امتیاز کا مبدا کیا ہے؟ اگر ہم معنی کی سطح پر ان میں فرق و امتیاز کا ادراک نہیں کرتے تو کیا حسی تجربے میں یہ فرق و امتیاز ہمارے شعور پر منکشف ہوتا ہے؟[۶]

''وجود'' کی نسبت یہ کہنا کہ وہ مشترک معنوی ہے اور مشترک لفظی نہیں ہے، ایک ایسی مشکل کو بھی پیدا کر دیتا ہے جس کا حل عقلی سطح پر ممکن نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ ''معنوی وجود'' کے ادراک کو ممکن بنانے والا عنصر کیا ہے؟ اگر ہم معنی کی سطح پر ایک شے کو دوسری سے ممتاز کرتے ہیں تو اس امتیاز کا ملاکِ ہستی کیا ہوتا ہے؟ ظاہر ہے کہ معنی کی سطح پر ایک ایسا امتیاز لازماً موجود ہے جو ایک معنی کو دوسرے معنی سے ممتاز کرتا ہے۔ اگر ہم ممکن الوجود کو واجب الوجود سے ممتاز کرتے ہیں تو یہ امتیاز اپنی ماہیت میں خالصتاً معنوی ہوگا۔ ہم اس امتیاز کا صحیح تصور ایجاب میں کر سکتے ہیں مگر ایجاب سے حدود صحت کی نشاندہی نہیں ہوتی لہٰذا ہم اس فرق و امتیاز کی ماہیت کے درست ادراک کے لیے ایجاب سے نکل کر سلب میں آ جاتے ہیں۔ سلب کا معاملہ اس باب میں بہت اہم ہے، اس لیے کہ سلب کے ذریعے سے ہم ہر ایک معنی کی حدود صحت کا تعین کرنے اور اسے ممتاز حیثیت میں دیکھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اب اگر معنوی اشتراک کا حامل تصور دوسرے تصور کی نفی سے ختم ہو سکتا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ معنوی اشتراک رکھتا ہے اور اگر ایک کی نفی دوسری کی نفی متصور نہ ہو سکے تو معنوی اشتراک کا دعویٰ بے معنی ہوگا۔ مذکورہ معیار کو پیش نظر رکھیے تو سوال یہ ہے کہ کیا واجب الوجود کی نفی سے ممکن الوجود کی نفی لازم آتی ہے؟ یا ممکن الوجود کی نفی سے واجب الوجود منتفا ہو سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی نفی دوسرے کے سلب کو مستلزم نہیں ہے تو یہ بالکل واضح ہو گیا کہ ان میں اشتراک معنوی کی کوئی صورت نہیں ہے لہٰذا یہ کہنا کہ ''وجود'' کا لفظ مشترک معنوی ہے، وجود کے تصور کے ناکافی فہم پر مبنی دعویٰ ہے۔ وجود بذاتہٖ ایک معنی ہے، جو اپنی نسبتوں سے تشکیل پاتا ہے، اگر وہ نسبتیں قائم نہ ہو سکیں تو ''وجود'' اور ''عدم'' ہمارے لیے ایسے الفاظ ہیں جیسے ایجاب و سلب، کلی و جزئی اور مطلق و مقید

ہیں، یہ عقل کے لیے قابل فہم تو ہیں مگر خارج میں ان کا تحقق علی الاستقلال ناممکن ہے۔

صدرا نے وجود کے مختلف مدارج کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کے پیش نظر یہ کہنا ممکن نہیں رہتا کہ وجود مشترک معنوی ہے۔ صدرا نے مدارج وجود کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتے ہوئے لکھا:

فالوجود الواقع فی کل مرتبة من المراتب لا یتصور وقوعه فی مرتبة اخری لا سابقة ولا لاحقة، ولا وقوع وجود آخر فی مرتبة لا سابق ولا لاحق۔[۵]

''چنانچہ جو وجود مراتب وجود میں سے جس مرتبے میں واقع ہے اس کے سوا کسی پہلے یا بعد کے مرتبے میں اس کا وقوع تصور نہیں کیا جاسکتا اور نہ پہلے اور بعد کے کسی دوسرے وجود کا وقوع اس کے مرتبے میں ہوسکتا ہے۔''

وجود کے مراتب کا تمیز اس حد تک مستحکم اور مستقل ہے کہ ایک درجۂ وجود کا وقوع دوسرے درجۂ وجود میں عملاً ممکن ہے اور نہ علماً جائز ہے۔ ایسی صورت تو ''وجود'' کا تصور کلی متواطی کی ایک ایسی نوع متصور ہوتا ہے جس ہر فرد نوع مستقل منحصر فی فردہٖ ہوتا ہے۔ یہ نوع کی خاصیت ہے کہ وہ دوسری انواع سے علماً اور عملاً متمیز ہوتی ہے کیونکہ نوع کا ملاکِ ہستی اپنی اسی خاصیت کی بنیاد پر منحصر ہے اور یہی وہ امتیازی شان ہے جس کی بنیاد پر معنوی حقیقتوں میں انفرادیت اور تشخص پیدا ہوتا ہے۔[۶] ہم دیکھتے ہیں کہ صدرا کے ہاں اگرچہ ''وجود'' بنیادی مقولہ ہے، ان کے پورے نظام فکر میں ''تصور وجود'' ہی متحرک نظر آتا ہے بایں ہمہ ''وجود'' کے بارے میں صدرا کے ہاں تضادات وتخالفات کی صورت میں پائے جانے والے تسامحات اس طرح سے پائے جاتے ہیں کہ اسے نظام فکر کہنا مشکل ہوجاتا ہے۔ معنوی اشتراک رکھنے والے حقائق میں ایسا تخالف اور تضاد ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایک کے متصور ہونے سے دوسرا ممنوع التصور ہوجائے۔ مذکورۃ الصدر عبارت میں صدرا نے اس مشکل کی جانب توجہ ہی نہیں دی کہ لاحق اور سابق کا ایسا امتیاز معنوی اشتراک کے حامل مظہر میں ناممکن ہے، اس لیے کہ معنوی وجود کے تحقق کی اولین شرط شعوری ارتکاز ہوتا ہے، جس شعوری ارتکاز سے حقیقت کا دائرۂ محیط اپنی ہستی کو متمیز کر لے وہ معنوی اشتراک سے خارج ہو کر معنوی افتراق میں آجاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حقیقت کے اشتراک کی ہر نسبت محض نمائشی اور نمودی ہے اور اگر یہی بات ہے تو صدرا کا یہ کہنا کہ وجود مشترک معنوی ہے، بالکل لایعنی ہوجاتا ہے۔ صدرا بڑی سہولت کے ساتھ اس نوع کی فکری پیچیدگیوں کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ صدرا کے نظام فکر میں وجودی تشکیک مقولہ ''کیف'' کے تحت حرکت سے تشکیل پاتی ہے مگر وہ اپنی وضع وتکمیل میں مقولہ ''کیف'' کا موضوع ہونے کے بجائے مقولہ ''کم'' کا مظہر بن جاتی ہے۔ صدرا کے نزدیک ''کیف'' ہو یا ''کم'' ہر دو

مقولوں کی حرکت کے متحقق ہونے کے لیے ''وجود'' موضوع بن سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

کل من الاشتداد و التضعف حرکۃ فی الکیف، کما ان کلا من التزاید و التنقص حرکۃ فی الکم۔[۷]

ہر طرح کی شدت اور ضعف مقولہ ''کیف'' کے تحت حرکت ہے جیسا کہ ہر طرح کی کمی اور بیشی مقولہ ''کم'' کے تحت حرکت ہوتی ہے۔

صدرا نے تشکیک کے مباحث میں ''وجود'' کے شدت و ضعف اور کمال و نقص کا ذکر کیا ہے، جس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حرکت چاہے مقولہ ''کیف'' کے تحت ہو یا مقولہ ''کم'' کے ضمن میں واقع ہو ''وجود'' بہرحال اپنے تشکیکی مظاہر میں دونوں طرح کی حرکات کا موضوع ہے۔ مقولہ ''کیف'' اور مقولہ ''کم'' دونوں اپنے مطلق تصور Absolute Concept کے درجے پر ایک دوسرے سے مختلف ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ اس لیے کہ ''کیف'' کا مقولہ زمان کی حرکت کے ساتھ مشروط ہے اور حواس ظاہری میں زمان کو اپنی گرفت میں لینے کی اہلیت موجود ہی نہیں۔ دوسری جانب مقولہ ''کم'' ہے جو مکان کے سکون کے ساتھ مشروط ہے اور حواس باطنی میں مکان کو گرفت میں لانے کی استعداد موجود ہی نہیں۔ ان دونوں مقولات کی حقیقت ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہے نہ ایک دوسرے پر منحصر ہے، یہ دونوں اپنی ہستی کی حقیقی جہت میں ایک دوسرے کی نفی کرتے نظر آتے ہیں۔ اگر ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کریں تو دونوں میں بنیادی فرق ماہیت کا نہیں ہوگا بلکہ دونوں کی ہستی کا ہوگا۔

صدرا کے نزدیک ''وجود'' ایک ایسا منبع یا مبدا ہے جس سے ہر شے منتزع ہو جاتی ہے، چاہے پہلے یا بعد میں انتزاع شدہ شے نفی ہو، موافق ہو، مخالف ہو، مساوی ہو یا کوئی اور نسبت رکھتی ہو، ''وجود'' اوّلین متصور حقیقت ہے، اس لیے مخالف، متضاد، مساوی اور معکوس و مستوی کے مصداقات کا انحصار نفس وجود پر ہونے کے بجائے مظاہر وجود یا جسے صدرا مدارجِ وجود کہتے ہیں ان پر ہے۔

فکر کی فلسفیانہ سطح پر ''مبدائے اوّل'' کے اثبات کی جدوجہد نہیں کی جاتی، اس لیے کہ ''الاوّل'' ایک مسلمہ ہونے کی حیثیت سے ثابت الذات ہے، وہ کسی فکری جدوجہد کا نتیجہ نہیں ہوتا، اس کے برعکس ہر فکری جدوجہد کا مبدا و معاد وہی ہوتا ہے۔ اس کی نسبت سے جو بھی موقف اختیار کیا جاتا ہے وہ دراصل استدلال کا مرز بوم ہوتا ہے، آنے والا ہر استدلال اسی کی کوکھ سے پھوٹتا ہے۔ فلسفے کے طالب علم کو اس صورت حال کو پیش نظر رکھنا چاہیے تا کہ وہ استدلال اور مسلّمہ کی تقریر کو ایک دوسرے سے الگ کر سکے۔

صدرا کے فکر و فلسفے میں وجود اور اس کے تمام متعلقات اور مباحث میں ایک سنجیدہ مشکل یہ ہے کہ ''مسلّمہ'' اور ''استدلال'' ایک دوسرے میں متوارد ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً تشکیک الوجود کے مباحث کسی

طرح سے فلسفیانہ استدلال کے معیار پر پورے نہیں اترتے لیکن اگر ہم ان مباحث کو صدرا کے فکری مسلّمات کے طور پر قبول کرتے ہیں تو ان پر اعتراضات کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ صدرا اپنے مسلّماتِ فکر کو فلسفیانہ استدلال کے نتائج کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ وجود کے بارے میں کہتے ہیں:

لانی اقول ان تصور الشئ عبارة عن حصول معناه فی النفس مطابقا لما فی العین، فهذا یجری فیما عدا الوجود من المعانی و الماهیات الکلیة التی توجد تارة بوجود عینی اصیل و تارة بوجود ظلی مع انحفاظ ذاتها فی کلا الوجودین ، لیس للوجود وجود آخر یتبدل علیه مع انحفاظ معناه خارجاً و ذهناً۔ فلیس لکل حقیقة وجودیة الا نحو واحد من الحصول ، فلیس للوجود وجود ذهنی۔[۸]

میں کہتا ہوں شے کا تصور نفس میں عین کے مطابق معنی کے حصول سے عبارت ہوتا ہے۔ یہ اصول وجود کے علاوہ دیگر معانی اور ماہیات کلیہ میں کارگر ہے، جو کبھی وجود عینی اصلی میں اور کبھی وجود ظلی میں پایا جاتا ہے، جبکہ دونوں وجودوں میں اس کی ذات محفوظ رہتی ہے۔ وجود کا دوسرا وجود نہیں ہوتا کہ خارج اور ذہن میں اس کے معنی محفوظ رہیں۔ پس ہر حقیقت وجودیہ کے حصول کی فقط ایک قسم ہے، اس لیے وجود کا وجود ذہنی نہیں ہوتا۔

مذکورہ بالا عبارت میں مندرجہ ذیل مفاہیم بالکل عیاں ہیں:

۱- معنی کا تحقق تصور اور خارج میں الگ الگ ہوتا ہے۔
۲- معنی کی ذات خارجی اور ذہنی مصداق سے ہٹ کر اپنا وجود قائم رکھتی ہے۔
۳- کلی معنی اور ماہیات کلیہ کی ذوات اور ان کے مصداقات الگ الگ ہوتے ہیں۔
۴- ''وجود'' کے معنی کے مصداق اور نفس وجود میں کوئی فرق نہیں۔
۵- اس لیے ''وجود'' کا وجود ذہنی نہیں ہوتا۔

مذکورۃ الصدر عبارت سے جو مفاہیم اخذ ہوتے ہیں وہ عقلی منطقی شعور کا تقاضا بالکل ہی نہیں ہیں۔ اس لیے کہ فکر و فلسفے کا طالب علم خوب جانتا ہے کہ معنی کا اطلاق فقط تصور پر ہوتا ہے اور خارج میں معنی کا وجود کہیں نہیں ہوتا۔ خارج میں شے کا معروضی وجود ہوتا ہے، ذہن میں شے کا معنوی وجود ہوتا ہے۔ معنی کی ذات کی حفاظت کا کوئی تصور ایسا نہیں جو فقط ذہن میں نہ ہوتا ہو۔ جہاں تک مفروضہ ''وجود'' کا تعلق ہے جس کے بارے میں صدرا کا زعم ہے کہ اس کے دو وجود نہیں ہو سکتے، تو یہ بات ناقابل فہم ہے کہ ''وجود'' کے اثبات کے لیے جس ذہنی تصور کو اساس کے طور پر قبول کیا جا رہا ہے، اس کی نفی کی جائے۔

صدرا نے تشکیک کے مباحث کو درست ثابت کرنے کے لیے یہ مفروضہ وضع کیا ہے کہ وجود کا ذہنی وجود نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ذہنی حقیقتوں کے لیے تشکیک ممکن ہی نہیں ہوتی۔ ذہنی وجود ہمیشہ کامل اور

مکمل ہوتا ہے، جبکہ تشکیک کا تقاضا ہے کہ ناقص وجود اپنے اندر ناقص تر اور ناقص ترین ہو سکنے کا بالقوہ حامل ہو اور کامل وجود کامل تر اور کامل ترین ہونے کے امکان کا حامل ہو، یہ صورت حال ایسی ہے جو ذہنی وجود کی طبیعت کے مخالف ہے۔ ذہنی وجود اپنے اندر امکان نہیں رکھتا۔صدرا نے وجود کی تشکیک کے بارے میں مفہوم وجود سے استدلال کرنے سے اعراض کیا ہے اور کہا ہے کہ

الوجود العام البديهي اعتبار عقلي غير مقوّم لافراد الوجود۔[9]

وجود کا عام بدیہی تصور عقلی اعتبار ہے اور وجود کے حقیقی افراد کا مقوم نہیں ہے۔

گویا تشکیک کا تصور نفس وجود سے آیا ہے اور تشکیک کے تصور سے وجود کے مراتب و مدارج نہیں بنے بلکہ وجود کے حقیقی افراد کا بلاواسطہ کشف وشہود[10] اس حقیقت سے پردہ اٹھاتا ہے کہ وجود کا ظہور کامل سے ناقص اور ناقص سے ناقص تر میں ظاہر ہوا ہے، یا اس سے برعکس صورت میں ناقص سے کامل اور کامل سے کامل تر اور پھر کامل ترین مظاہر میں ہوتا ہے۔وجود کے ان مراتب کا شعور نفس وجود سے تعلق پیدا کرنے سے ہوتا ہے۔

صدرا کے تصور تشکیک میں بعض مقامات پر یہ اندیشہ لاحق ہوتا ہے جیسے وہ تشکیک کا انتساب وجودی حقائق کے بجائے مفہوم وجود کی طرف کر رہے ہیں اور کبھی تشکیک کو نفس وجود کا لازمہ خیال کرتے ہیں۔صدرا سمجھتے ہیں کہ واجب الوجود کی ہستی ایسی ہے جس میں جہت امکان ہے اور نہ اس میں کوئی حالت منتظرہ ہے۔

ان الواجب الوجود ليس فيه جهة امكانية ...... انه ليس له حالة منتظرة[11]

واجب الوجود میں جہت امکان نہیں ہوتی.......نہ اس میں کوئی حالت منتظر ہوتی ہے۔

عجیب اور حیران کن بات یہ ہے کہ واجب الوجود میں امکانی جہت نہ ہو تو وہ تشکیک کے نظام کا حصہ کیونکر بن سکے گا؟ اگر وجوب اور امکان میں شدت اور ضعف کے درمیان ہر طرح کی نسبت معدوم ہو یعنی وجوب میں جہتِ امکان مکمل طور پر معدوم ہو اور امکان میں جہتِ وجوب نہ ہو تو ان دونوں کے مابین تشکیک کی نسبت کا امکان بھی معدوم ہو جاتا ہے۔اس لیے کہ تشکیک کا تقاضا یہ ہے کہ تشکیک کے ہر دو مدارج میں ایک کی استعداد دوسرے میں بالفعل نہ سہی مگر بالقوۃ موجود ہو۔لیکن اگر دونوں کے بالفعل اور بالقوۃ امکانات ایک دوسرے کے لیے بالکل ہی اجنبی ہوں اور ہمارا ہر شعوری تجربہ وجوب اور امکان میں فقط امتیازات کی حقیقت کو یقینی بناتا ہو تو وجودات کے مابین تواطی کی نسبت ہوگی اور تشکیک کی نہیں ہوگی۔

شیخ اشراق نے اگرچہ تشکیک الوجود کے بجائے تشکیک النور کی اصطلاح پر توجہ دی ہے اور نور کی تشکیک پر اصرار کیا ہے مگر وجود کے بارے میں ان کا موقف بہت ہی دلچسپ ہے،صدرا اور ان کے تابعین نے شیخ کی ایک اہم اصطلاح پر توجہ نہیں دی ورنہ تشکیک الوجود کے بارے میں پائی جانے والی مذکورہ مشکل کو حل کرنے میں بہت آسانی محسوس کرتے۔شیخ اشراق نے امکان کے بارے میں بتایا ہے کہ اس کی دو

جہتیں ہیں، ایک ''امکانِ اشرف'' اور دوسرا ''امکانِ اخس''۔ امکان میں اشرف اور اخس کے اضافے سے ممکن کو تشکیک کے مدارج کا محل ہونا قابل فہم ہو جاتا ہے۔ مگر واجب الوجود کے تعلق میں ''امکان اشرف'' اور ''امکانِ اخس'' کی اصطلاح بے معنی ہے، اس لیے شیخ اشراق نے اللمعات میں لکھا:

> هی انه اذا وجد الامکان الاخس من واجب الوجود، یکون الامکان الاشرف وجود منه و الا یستدعی الامکان الاشرف عند فرضہ، جهة اشرف مما علیه واجب الوجود... [۱۲]

واجب الوجود اور ممکن الوجود کے مابین تشکیک کے امکان کی یہی قابل فہم صورت ہے، اگرچہ یہ کہنا انتہائی مشکل ہے کہ شیخ اشراق کے موقف سے واجب الوجود اور ممکن الوجود کے مابین تشکیک کی نسبت قائم ہوگئی ہے۔ اسی طرح صدرا کے لیے عدم کے بارے میں یہ کہنا کہ ''عدمِ خاص''، ''عدم عام'' سے مختلف ہوتا ہے کوئی حیرانی کی بات نہیں۔ تاہم شیخ اشراق کی اصطلاح ملا صدرا کے موقف سے زیادہ مکمل معلوم ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ امکان کے ساتھ اشرف اور اخس کا اضافہ تشکیک الوجود کو زیادہ قابل فہم بنا دیتا ہے۔[۱۳]

صدرا کہتے ہیں کہ مفارقاتِ وجودیہ اور مقارناتِ مادیہ میں وجود کے ایسے افراد پائے جاتے ہیں جن میں وجود اور عدم دونوں میں کمی بیشی اور توازن کی نسبت ہوتی ہے۔ مفارقاتِ وجودیہ میں نور وجود کا غلبہ ہے اور مقارناتِ مادیہ میں ظلمت عدم کا غلبہ ہے جبکہ دونوں کے درمیان وجود و عدم میں توازن پایا جاتا ہے۔[۱۴] اصل بات یہ ہے کہ صدرا کے نزدیک ''وجود'' فقط وہی نہیں جو عقلی مقولات میں آجاتا ہے۔ ان کے نزدیک وجود مفارقات اور مقارنات میں محدود نہیں ہے بلکہ ان سب کا احصا کیے ہوئے ہے۔ حتیٰ کہ عدم بھی وجود کے شمول میں داخل ہے، یعنی وجود کا اشتمال اس حد تک پھیلا ہوا ہے کہ عدم اگرچہ وجود کی نفی ہے تاہم وجود کے انسلاب سے فیض یاب ہو کر منصۂ شہود پر آیا ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو صدرا کے فکر کی وہ جہت جسے زیر نظر مضمون میں موضوع بحث بنایا گیا ہے، اس کی حیثیت سوائے ایک توضیح الامر کے کچھ نہیں ہے۔ تشکیک کا تصور ایک ایسے نظام الوجود کی نشاندہی کرتا آیا ہے جس میں حسی حقائق کا ایک مشترک عنصر کم سے کم تر اور زیادہ سے زیادہ تر ہونے کی نشاندہی کرتا ہو۔ جس معنی میں تشکیک کی اصطلاح صدرا نے استعمال کی ہے وہ کبھی ان معنوں میں استعمال نہیں ہوئی۔

❁❁❁

# حواشی و حوالہ جات

۱- صدرالدین شیرازی المعروف ملاصدرا، الاسفار، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۲۰۰۶ء، ج ۱، ص ۹۰، ۸۶۔

۲- ملاصدرا، رسالۃ المشاعر، بہ تصحیح جلال الدین اشتیانی، مؤسسۂ انتشارات امیر کبیر، تہران ۱۳۷۶، ص ۲۷۔

۳- یہ ایک عجیب تصور ہے جس کے بارے میں صدرا کے فکر و فلسفے میں حیران کن تضاد اور انتشار پایا جاتا ہے، ایک طرف تو انہیں اس پر اصرار ہے کہ مفہوم وجود عقلی انتزاع ہے پھر ساتھ ہی انہیں یہ معقولات ثانیہ میں ہونے کے باوجود اپنے متوازی خارجی حقائق کا اور امور متاصلہ کا حامل بھی نظر آتا ہے۔ وہ رسالۃ المشاعر میں اس پر باقاعدہ تنبیہ کرتے ہیں کہ اسے معقولات ثانیہ میں ہونے کے باوجود معقولات ثانیہ کی طرح نہ سمجھا جائے "الا ان بازاء ھذا المفھوم امور متأصلة فی التحقق و الثبوت بخلاف الشیئیة والماھیة و غیرھما من المفھومات" رسالۃ المشاعر، ص ۵۲۔ (ترجمہ) ''خبر دار اس مفہوم کے متوازی امور متاصلہ کا تحقق اور ثبوت پایا جاتا ہے، بخلاف شیئیت اور ماہیت اور ان دونوں کے علاوہ مفہومات میں ایسا نہیں ہے''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مفہوم وجود معقولات ثانیہ میں بھی ہے اور امور متاصلہ کا تحقق اور ثبوت بھی اس متوازی خارج میں پایا جاتا ہے۔ یہ ایک لایعنی بات ہو جاتی ہے، اس سے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے صدرا کے شعور پر معقولات ثانیہ کا مفہوم اور اطلاق بالکل ہی غیر واضح ہے۔

۴- اس بحث کے لیے دیکھیے آثار شہید مطہری جس میں شرح منظومہ مبسوط میں مطہری نے ملا ہادی سبزواری کی منظومہ کی تشریح کرتے ہوئے اس مشکل کی طرف توجہ ہی نہیں کی کہ مشترک معنوی ہونے کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ حسی اور عقلی ادراک میں جو فرق و امتیاز پیدا ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں جو تقسیم بنتی ہے وہ اس کو درخور اعتنا ہی نہیں کرتے۔ اس کے باوجود مشترک لفظی اور مشترک معنوی کی طویل بحث کرتے چلے گئے ہیں۔ بحث میں لایعنی مسائل پر طویل اور بے مقصد گفتگو کرنا تو فکر و فلسفے کی خدمت نہیں ہے۔ اسی طرح اشتراک معنوی کے لیے صالح القسمۃ ہونا دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ دونوں صورتوں میں جس مرکزی نکتے کو نظر انداز کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ''وجود'' کی واجب اور ممکن ہونے کی تقسیم کا انحصار ''وجود'' کے تصور پر نہیں ہے بلکہ واجب اور ممکن کی اضافت پر ہے۔ واجب اور ممکن کے الفاظ وجود کے بطن سے نہیں نکلے یہ اپنا ایک ایسا مفہوم رکھتے ہیں جس سے وجود کو تشخص اور تخصص میسر آتا ہے یعنی ''وجود'' ہمارے شعور میں کسی معنی کا حامل بنتا ہے۔ ورنہ وجود کا لفظ انسانی شعور کے لیے عدم کے مساوی ایک تصور ہے۔

۵- الاسفار، سفر اوّل، فصل دوم، ص ۶۲۔ صدرا نے یہاں وجود کے متعلق جو تصور پیش کیا ہے وہ کم از کم مفہوم وجود کے متعلق ان کے تصورات سے کسی طرح لگا نہیں کھاتا، اس لیے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وجود کے ہر ہر فرد کے لیے مستقل تشخص موجود ہے، لہٰذا ہر فرد وجود کے متوازی ذہن میں ایک نیا مفہوم تشکیل پائے گا۔ اگر بات یہی ہے تو مفہوم وجود کے بارے میں یہ دعویٰ کہ وہ مشترک معنوی ہے، بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔

۶- نصیرالدین الطوسی، اساس الاقتباس، چاپخانہ دانشگاہ، ایران، ۱۳۲۶، ص ۲۹، اصلاً نوع کی بحث منطق کے فن میں کی جاتی ہے۔ ہر نوع کا فوقانی تصور جنس کہلاتا ہے، ہر جنس کا تحتانی تصور نوع کہلاتا ہے، مگر عملاً نوع ہی وہ تصور ہے جس کا شعور حضوری مشاہدے میں بیدار ہوتا ہے۔ اگر انسان کا تصور جنس کا حکم رکھتا ہے تو مرد اور عورت اس کے ماتحت دو اجناس ہیں۔ مرد اور عورت کے مابین واقع امتیاز کا شعور ہی ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ان دونوں کے مابین علمی اور عملی توارد کا امکان موجود ہی نہیں ہے۔

۷- الاسفار، ج ۱، ص ۳۹۸۔

۸- صدرا، کتاب المشاعر، شرح از جلال الدین اشتیانی، مؤسسہ انتشارات امیر کبیر، تہران، ۱۳۷۶، ص ۲۷۔

۹- الاسفار، ج ۱، ص ۶۳۔

۱۰- صدرا نے وجودی حقائق کے عرفان و ادراک کے لیے دو راستے بیان کیے ہیں، ایک مشاہدۂ حضوری اور دوسرا وجودی حقائق کے آثار و لوازمات کے ذریعے سے استدلال کرنا۔ الاسفار میں وہ کہتے ہیں:

فالعلم بها اما ان يكون بالمشاهدة الحضورية او بالاستدلال عليها بآثارها و لوازمها، فلا تعرف بها الا معرفة ضعيفة ، (الاسفار، ج ١، ص ٧٦)۔

یعنی وجودی حقائق کا علم یا تو حضوری مشاہدے سے ممکن ہوگا یا پھر ان کے آثار اور لوازمات سے استدلال کیا جا سکتا ہے، بہر حال ان کی معرفت ناقص ہی رہتی ہے۔

۱۱- ایضا، ص ۱۳۸۔

۱۲- شیخ اشراق، اللمعات، مشمولہ سہ رسالہ، تہران ۱۳۹۷، ص ۱۵۶؛ شیخ اشراق نے امکان اشرف اور امکان اخس پر اپنی دیگر تصنیفات میں بحث کی ہے، ان کے موقف کی وضاحت کے لیے دیکھیے، مجموعہ مصنفات شیخ اشراق، التلویحات، ص ۵۱، نیز المشاعر، ص ۴۳۴، ۴۳۵، تدوین، ہنری کربین، تہران ۱۳۷۳۔

۱۳- ایضاً، الالواح العمادية، ۳۹۔

۱۴- ایضاً، ص ۳۳۰ - ۳۳۵؛ اس مسئلہ کی پوری وضاحت کسی ایک مقام پر صدرا نے درج نہیں کی، تشکیک کے مباحث کے لیے ان کے پورے نظام فکر کو دیکھنا ضروری ہے۔ عدم کے مباحث میں بہت سے ایسے مسائل بیان کرتے ہیں جن سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عدم کے بارے میں بھی وہ یہی خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی وجود کے پھیلاؤ کا ایک رنگ ہے مثلاً" فانظر الى شمول نور الوجود و عموم فيضه كيف يقع على جميع المفهومات و المعانى حتى على مفهوم اللاشى والعدم المطلق و الممتنع الوجود بما هى مفهومات متمثلات ذهنية لا بما هى سلوب" الاسفار، ص ۳۳۲۔

یعنی: نور وجود کے شمول کا مشاہدہ تو کرو، اور اس کے عموم فیض کو دیکھو تو سہی، کس طرح سے تمام مفاہیم اور معانی کا احاطہ کرتا ہے، یہاں تک کہ لا شے اور عدم مطلق اور ممتنع الوجود کو بھی شامل ہے، بایں طور کہ یہ ذہنی تمثلات ہیں نہ کہ سلبیت کی حامل واقعی اشیا۔

صدرا کے تصور وجود کو یہاں سے حاصل کرنا قدرے آسان ہے۔ ان کے نزدیک ہر وہ شے وجود ٹھہرتی ہے، جس کا آپ تصور کر سکتے ہیں، سلبی اور منفی تصورات جن کا ملاکِ ہستی ہی یہ ہے کہ ان کے متوازی خارج میں کچھ نہیں ہے، وہ بھی وجود کے زمرے میں آجاتے ہیں، بطور مفہوم و معنی نہ کہ نفس واقعہ کی حیثیت سے کسی حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں۔